بیان القرآن

حصّہ دوم

ترجمہ و مختصر تفسیر

سورۃ آل عمران تا سورۃ المائدۃ

از

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مُرتّب

’’بیان القرآن‘‘ کے قارئین اس امر سے واقف ہیں کہ یہ تفسیری کاوش محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تصنیف یا تالیف نہیں ہے‘ بلکہ آنجناب کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن کو ترتیب وتسوید کے مراحل سے گزار کر جزءًا جزءًا کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نومبر ۲۰۰۸ء میں بیان القرآن (حصہ اوّل) طبع ہو کر آئی تو اسے علمی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور اس کے تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ حصہ اوّل کے منظر عام پر آنے کے ساتھ ہی حصہ دوم کی اشاعت کا تقاضا اور مطالبہ زور پکڑنے لگا۔ انہی دنوں ڈسٹرکٹ جناح پبلک سکول منڈی بہاؤالدین کے پرنسپل لیفٹیننٹ کرنل (ر) عاشق حسین صاحب (ایجوکیشن کور) نے محترم ڈاکٹر صاحبؒ سے ملاقات کر کے ’’بیان القرآن‘‘ کی ترتیب وتسوید کے کام میں معاونت کی پیشکش کی۔ اس پیشکش کی حیثیت بلاشبہ تائیدِ غیبی کی تھی۔ محترم کرنل صاحب نے خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر دعوتِ قرآنی کی نشر واشاعت کے اس کام میں کماحقہٗ معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وآخرت میں اس کی بھرپور جزا عطا فرمائے۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی شدید خواہش تھی کہ یہ کتاب جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو‘ چنانچہ راقم الحروف سے گاہے بگاہے اس کی پیش رفت کے بارے میں استفسار فرماتے رہتے۔ انتقال سے ایک روز قبل بھی اس کے پریس بھجوائے جانے کا دریافت فرمایا۔ محترم ڈاکٹر صاحبؒ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں‘ لیکن آپؒ انتہائی خوش قسمت ہیں کہ اپنی حیاتِ مستعار قرآن حکیم کے علوم ومعارف کی نشر واشاعت میں گزار گئے۔ آپؒ کے ہاتھوں دعوت رجوع اِلی القرآن کا لگایا ہوا پودا آپؒ کی زندگی ہی میں ایک تناور درخت بن چکا تھا‘ جو اَب صدقۂ جاریہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس کے برگ وبار سے ایک عالم مستفید ومستفیض ہو رہا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحبؒ یقیناً اپنے حصے کا کام مکمل کر گئے‘ لیکن اس ضمن میں ہمیں اپنے حصے کا کام کرتے رہنا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے بیان القرآن (حصہ اوّل) کے طبع ثانی کے موقع پر اپنی ’’تقدیم‘‘ میں تحریر فرمایا تھا:

> ’’اس جلد میں ابھی صرف سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی ترجمانی ہوئی ہے‘ گویا کہ ابھی پہاڑ ایسا بھاری کام باقی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے توقع ہے کہ جیسے اُس نے‘ میرے کسی ارادے یا منصوبہ بندی کے بغیر اور میری خالص لاعلمی میں پیشِ نظر جلد شائع کرا دی‘ ویسے ہی باقی بھی شائع کرا دے گا —— خواہ خود میری اس دنیا سے دارِ آخرت کی جانب روانگی کے بعد ہی سہی ——‘‘

بیان القرآن (حصہ دوم) سورۃ آل عمران‘ سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ کی ترجمانی پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمتِ قرآنی کو شرفِ قبول عطا فرما کر اسے ہمارے لیے دُنیوی واُخروی فوز وفلاح کا باعث بنائے اور ہمیں وہ ہمّت و استقامت عطا فرمائے جو اس عظیم کام کی تکمیل کے لیے درکار ہے۔ آمین!

حافظ خالد محمود خضر

مدیر شعبہ مطبوعات‘ قرآن اکیڈمی لاہور

۱۸/ مئی ۲۰۱۰ء

حال ان قبروں جیسا ہے جن کے اوپر تو سفیدی پھری ہوئی ہے‘ مگر اندر گلی سڑی ہڈیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم نے اپنے اوپر صرف مذہبی لبادے اوڑھے ہوئے ہیں‘ لیکن تمہارے اندر خیانت بھری ہوئی ہے۔ تم مچھر چھانتے ہو اور سموچے اونٹ نگل جاتے ہو‘ یعنی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر تو زوردار بحثیں ہوتی ہیں جبکہ بڑے بڑے گناہ کھلے بندوں کرتے ہو۔ یہ تو یہودی قوم اور ان کے علماء کے کردار کی جھلک ہے ان کے اپنے نبی کی زبان سے‘ مگر دوسری طرف یہی نقشہ بعینہٖ آج ہمیں اپنے علماءِ سُوء میں بھی نظر آتا ہے۔

﴿ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾﴾ ’’یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی‘ اور وہ حدود سے تجاوز کر جاتے تھے۔‘‘

آیت ۷۹ ﴿کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ط﴾ ’’یہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے اُن منکرات سے جو وہ کرتے تھے۔‘‘

جس معاشرے سے نہی عن المنکر ختم ہو جائے گا‘ وہ پورا معاشرہ سنڈاس بن جائے گا۔ یہ تو گویا انتظامِ صفائی ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے اردگرد نگاہ رکھے‘ ایک دوسرے کو روکتا رہے کہ یہ کام غلط ہے‘ یہ مت کرو! جس معاشرے سے یہ تنقید اور احتساب ختم ہو جائے گا‘ اس کے اندر لازماً خرابی پیدا ہو جائے گی۔

﴿لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾﴾ ’’بہت ہی برا طرزِ عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔‘‘

آیت ۸۰ ﴿تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط﴾ ’’تم ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔‘‘

خود کافروں کے حمایتی بنتے ہیں اور اپنے لیے ان کی حمایت تلاش کرتے ہیں۔

﴿لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ﴾ ’’بہت ہی بُری کمائی ہے جو انہوں نے اپنے لیے آگے بھیجی ہے‘‘

یہ ان کے جو کرتوت ہیں وہ سب آگے اللہ کے ہاں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا وبال ان پر آئے گا۔

﴿اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ﴾ ’’یہ کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا ان پر‘‘

﴿وَفِی الْعَذَابِ ھُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾﴾ ’’اور وہ عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

آیت ۸۱ ﴿وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ﴾ ’’اور اگر یہ ایمان لاتے اللہ پر اور نبیؐ پر اور اس پر جو نبیؐ پر نازل کیا گیا (یعنی قرآن حکیم)‘‘

﴿مَا اتَّخَذُوْھُمْ اَوْلِیَآءَ﴾ ’’تو پھر انہوں نے اِن (کافروں) کو اپنا ولی نہ بنایا ہوتا‘‘

﴿وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾﴾ ’’لیکن ان کی اکثریت نافرمانوں پر مشتمل ہے۔‘‘

آیت ۸۲ ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ج﴾ ’’تم لازماً پاؤ گے اہلِ ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔‘‘

Butt

یہ بہت اہم آیت ہے۔ مکہ کے مشرکین بھی مسلمانوں کے دشمن تھے‘ لیکن ان کی دشمنی کم از کم کھلی دشمنی تھی‘ ان کا دشمن ہونا بالکل ظاہر و باہر تھا‘ وہ سامنے سے حملہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں سے بدترین دشمنی یہود کی تھی‘ وہ آستین کے سانپ تھے اور سازشی انداز میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں مشرکینِ مکہ سے کہیں آگے تھے۔ آج بھی یہود اور ہنود مسلمانوں کی دشمنی میں سب سے آگے ہیں‘ کیونکہ اس قسم (بت پرستی) کا شرک تو اب صرف ہندوستان میں رہ گیا ہے‘ اور کہیں نہیں رہا۔ ہندوستان کے بھی اب یہ صرف نچلے طبقے میں ہے جبکہ عام طور پر اوپر کے طبقے میں نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اب بھی مسلمانوں کے خلاف یہود اور ہنود کا گٹھ جوڑ ہے۔

﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ط﴾ ’’اور تم لازماً پاؤ گے مودّت کے اعتبار سے قریب ترین اہلِ ایمان کے حق میں اُن لوگوں کو جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔‘‘

یہ تاریخی حقیقت ہے اور سیرتِ محمد ﷺ سے ثابت ہے کہ جس طرح کی شدید دشمنی اُس وقت یہود نے آپ ﷺ سے کی ویسی نصاریٰ نے نہیں کی۔ حضرت نجاشیؒ (شاہِ حبشہ) نے اُس وقت کے مسلمان مہاجروں کو پناہ دی‘ مقوقس (شاہِ مصر) نے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیے بھیجے۔ ہرقل نے بھی حضور ﷺ کے نامۂ مبارک کا احترام کیا۔ وہ چاہتا بھی تھا کہ اگر میری پوری قوم مان لے تو ہم اسلام قبول کر لیں۔ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا‘ جس کا ذکر سورۂ آل عمران (آیت ۶۱) میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ وہ لوگ اگرچہ مسلمان تو نہیں ہوئے مگر ان کا رویّہ انتہائی محتاط رہا۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کی مخالفت میں وہ شدت نہ تھی جو یہودیوں کی مخالفت میں تھی۔

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾﴾ ’’یہ اس لیے کہ ان (عیسائیوں) میں عالم بھی موجود ہیں اور درویش بھی اور (اس لیے بھی کہ) وہ تکبر نہیں کرتے۔‘‘

یعنی عیسائیوں میں اُس وقت تک علمائے حق بھی موجود تھے اور درویش راہب بھی جو واقعی اللہ والے تھے۔ بحیرہ راہب عیسائی تھا جس نے حضور ﷺ کو بچپن میں پہچانا تھا۔ اسی طرح ورقہ بن نوفل نے حضور ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی تھی اور بتایا تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ پر وہی ناموس نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) پر نازل ہوا تھا۔ ورقہ بن نوفل تھے تو عرب کے رہنے والے‘ لیکن وہ حق کی تلاش میں شام گئے اور عیسائیت اختیار کی۔ وہ عبرانی زبان میں تورات لکھا کرتے تھے۔ یہ اُس دور کے چند عیسائی علماء اور راہبوں کی مثالیں ہیں۔ لیکن وہ قِسِّیسِین اور رُھبان اب آپ کو عیسائیوں میں نہیں ملیں گے‘ وہ دور ختم ہو چکا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔ اس کے بعد جو صورتِ حال بدلی ہے اور صلیبی جنگوں کے اندر عیسائیت نے جو وحشت و بربریت دکھائی ہے‘ اور عیسائی علماء اور مذہبی پیشواؤں نے جس طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے اور اپنی قوم سے اس سلسلے میں جو کارنامے انجام دلوائے ہیں وہ تاریخ کے